محمد ذکوان ندوی

غیب پر ایمان

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

طالب علمی کے زمانے سے یہ سوال میرے ذہن میں تھا کہ ''غیب'' کیا ہے؟ ندوے میں استاذ ابوالحسن علی ندوی سے بھی میں نے یہ سوال کیا۔ اِس کے جواب میں استاذ محترم نے فرمایا تھا کہ اصل میں ایمان اور غیر ایمان کے درمیان غیب اور شہود ہی کے ذریعے سے فرق پیدا ہوتا ہے، یعنی مطلوب ایمان ہمیشہ غیب کی سطح پر حاصل ہوتا ہے، شہود کی سطح پر ایمان اِس دنیا میں ممکن ہی نہیں۔

آج خدا کی توفیق سے 'غیب' پر ایمان کی معنویت کا ایک مزید پہلو روشن ہوا۔ وہ یہ کہ موجودہ دنیا میں خدا اور آخرت جیسے امور کو آنکھ سے دیکھنے کا مطالبہ کرنا سرتاسر ایک حیوانی مطالبہ ہے۔ انسان کو جو چیز حیوان سے ممتاز کرتی ہے، وہ اُس کا آنکھ سے دیکھنا نہیں، عقل سے دیکھنا ہے۔ انسان کی اصل امتیازی صفت بینائی نہیں، بلکہ اُس کی عقلی اور فکری صلاحیت ہے۔ یہی وہ صلاحیت ہے جس کو تصوراتی فکر (conceptual thought) کہا جاتا ہے۔ قرآن کا مطالبہ یہ نہیں ہے کہ وہ آنکھ سے دیکھ کر خدا اور آخرت جیسے امور پر یقین کرے۔ آدمی سے قرآن کا مطالبہ یہ ہے کہ وہ اپنے 'تصوراتی فکر' کو استعمال کر کے خدا اور آخرت کا مومن بنے۔ ایسی حالت میں، خدا اور آخرت جیسے حقائق کو دیکھنے کا مطالبہ کرنا صرف ایک حیوانی عمل ہو گا، جب کہ غیب میں رہتے ہوئے اپنی عقلی صلاحیت کو استعمال کر کے خدا اور آخرت کا مومن بننا ایک انسانی عمل ہے۔ اِس اعتبار سے دیکھیے تو آدمی سے ایمان بالغیب کا تقاضا کرنا، گویا دوسرے الفاظ میں اُس سے یہ کہنا ہے کہ تم حیوانیت کی سطح سے اوپر اٹھ کر انسانیت کا ثبوت دو، تم حیوانی پستی سے گزر کر انسانی بلندی کے اعلیٰ مقام پر پہنچ جاؤ۔

کلمۂ شہادت

اسلام میں، خدا اور رسول سے شہادت کے درجے کا تعلق مطلوب ہے۔ چنانچہ اِسی نسبت سے کلمۂ اسلام کا نام کلمۂ شہادت ہے، یعنی 'أشهد أن لا إلٰه إلّا الله وأشهد أنّ محمدًا عبده و رسولُه'۔

شہادت کے معنی گواہی کے ہیں۔ آدمی اُسی چیز کا گواہ بنتا ہے جس کو اُس نے دیکھا ہو؛ دیکھے بغیر کسی امر کی شہادت ایک بے معنی فعل ہو گا۔ تاہم کلمۂ اسلام میں شہادت کا مفہوم دوسرا ہے۔

اِس پر غور کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں شہادت کے اندر درج ذیل تین پہلو شامل ہیں:

اپنے ایمان کو غیب سے گزار کر اذعان کے اُس درجے تک پہنچانا کہ وہ آدمی کے لیے 'کأنک تراہ'[1] کے ہم معنی بن جائے۔

اِس شہادت کا دوسرا پہلو عملی ہے۔ وہ یہ کہ آدمی کلمۂ اسلام کے مقتضیات (تقویٰ اور حسن اخلاق) کا نمونہ بن کر عملاً اسلام کے لیے ایک زندہ گواہ بن جائے، وہ اسلام کے فکری تقاضوں کی عملی شہادت بن کر اِس دنیا میں زندگی گزارنے لگے۔

اِس کا تیسرا پہلو دعوتی ہے، یعنی وہ اپنی صلاحیت اور اپنی حیثیت کے اعتبار سے اپنا دعوتی فریضہ ادا کرنے والا بنے، وہ شاہد بن کر اللہ کے بندوں کے درمیان کھڑا ہو۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اذان

اذان کیا ہے؟ اِس پر غور کرتے ہوئے سمجھ میں آتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے دی جانے والی ایک علامتی پکار ہے۔ اذان اِس بات کی منادی ہے کہ لوگو، اللہ کی پکار پر لبیک کہو۔ اِس اعتبار سے یہ کہنا درست ہو گا کہ اذان گویا 'فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰهِ'[2] کی ایک نفیر عام کی حیثیت رکھتی ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ جب تم مؤذن کے ذریعے سے اذان کے کلمات سنو تو تم بھی اِن کلمات کو دہراؤ ('إذا سمعتم المؤذّن فقولوا مثلَ ما يقول')[3]۔ اذان کا جواب دینا گویا اللہ کی طرف سے دی جانے والی پکار پر لبیک کہنا ہے۔ یہ اپنے آپ کو نماز سے پہلے نماز کے لیے تیار کرنا ہے۔ نماز اگر اللہ کی پکار کا عملی جواب ہے تو اذان

۱۔ مسلم، رقم ۹۳۔

۲۔ الذاریات ۵۱: ۵۰۔

۳۔ مسلم، رقم ۳۸۴۔

اِس پکار کے قولی جواب کی حیثیت رکھتی ہے۔ اذان اور نماز گویا اِس حقیقت کا علامتی اظہار ہیں کہ کون شخص اللہ کی پکار پر لبیک کہہ کر اُس کے سامنے جھکنے والا ہے اور کون اُس سے روگردانی کرنے والا۔ جو لوگ اِس دنیا میں اللہ کی پکار پر لبیک کہیں، وہی لوگ آخرت میں اِس انعام کے مستحق قرار دیے جائیں گے کہ وہ رب العٰلمین کے حضور جھک کر خدا کی خدائی کا اعتراف کر سکیں۔ اِس کے برعکس، دوسرے لوگوں کا حال وہی ہو گا جس کو قرآن میں 'یَوْمَ یُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ'[4] کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

نماز

قرآن میں نماز کا مقصد اللہ کی یاد قرار دیا گیا ہے (اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ)[5]۔ اور نماز کا فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ وہ آدمی کا تزکیہ کر کے اُس کو اِس قابل بناتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو بے حیائی اور منکرات سے بچا کر اِس دنیا میں زندگی گزار سکے (اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ)[6]۔

''اللہ کا ذکر'' بہ ظاہر ایک سادہ بات ہے، مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں اللہ کا یہ ذکر اپنے تمام مقتضیات کے ساتھ مطلوب ہے، یعنی شعور رب، پاکیزگی، احساس طہارت، صفائی، وقت کی پابندی، اجتماعی زندگی، وغیرہ۔ نماز میں جب یہ تمام پہلو شامل ہوتے ہیں، تو پھر یہ نماز آدمی کے لیے صرف چند مخصوص ارکان کی ادائیگی کے ہم معنی نہیں ہوتی، بلکہ وہ ایک ایسی زندہ درس گاہ بن جاتی ہے جہاں آدمی اپنی داخلی اور خارجی زندگی کے تمام پہلوؤں کی اصلاح کر سکے، جہاں پہنچ کر وہ اپنی پوری زندگی کو خداپرستانہ زندگی کے مطلوب سانچے میں ڈھال سکے۔ اِس اعتبار سے دیکھیے تو نماز آدمی کے لیے ربانی تربیت کے ایک مکمل نصاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

مذکورہ آیت میں 'فَحْشَآء' اور 'مُنْكَر' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اِس سے مراد وہی چیز ہے جس کو بے لگام نفسانیت اور بڑھا ہوا احساس برتری کہا جا سکتا ہے۔ اصلاً یہی دو چیزیں ہیں جو انسان کے ربانی سفر میں سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوتی ہیں۔ خاشعانہ نماز آدمی کو اِس کے لیے ذہنی اور عملی طور پر تیار کرتی ہے کہ وہ اِن دونوں گھاٹیوں کو پار کر کے خدا کی صراط مستقیم پر اپنا سفر جاری رکھ سکے، وہ نفس اور شیطان کے فتنوں سے بچ کر اِس دنیا میں زندگی گزارے، یہاں تک کہ وہ اپنی منزل (جنت) پر پہنچ جائے۔ [۲۰۱۶ء]

۴۔ القلم ۶۸: ۴۲۔

۵۔ طٰہٰ ۲۰: ۱۴۔

۶۔ العنکبوت ۲۹: ۴۵۔